آئینہ ایامِ تاریخ

بعثت رسول سے واقعہ کربلا تک

تالیف

فضیلۃ الشیخ عثمان بن محمد الناصری آل خمیس حفظہ اللہ

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ ابو مسعود عبد الجبار سلفی حفظہ اللہ

مکتبہ اہل بیت العالمی

میں سے کچھ افراد دین اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، پھر وہ زبردست لڑائی کے بعد تلوار کی قوت سے خائف ہو کر طوعاً و کرھاً اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو اسلام کی طرف لوٹ تو آئے لیکن ان کے دل میں قلق تھا اور یہی لوگ اس بات سے نالاں اور رنجیدہ تھے کہ حکومت ہمیشہ سے قریش کے ہاتھ میں کیوں چلی آ رہی ہے اور قریش کے پاس حکومت ہمیشہ کیوں رہے؟

چنانچہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:

''بعض عربی قبائل، قریش میں حکومت رہنے سے ناخوش تھے اور ان کے دل ان کے خلاف نفرت سے بھر چکے تھے۔اس لیے وہ گورنروں پر معترض رہتے اور ان کی عیب گیری میں لگے رہتے۔جب انہوں نے حضرت عثمان میں نرمی دیکھی تو چڑھ دوڑے۔

یہ ہیں وہ اہم اور بنیادی اسباب، جو فتنے کا باعث بنے،ان کے علاوہ کچھ دیگر اسباب بھی تھے لیکن میں طوالت کے خوف سے انہیں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات

اب میں اختصار کے ساتھ ان اعتراضات کا تذکرہ کرتا ہوں جو حضرت عثمان کی حکومت پر کیے گئے تھے، پھر ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ ان کا جائزہ لوں گا۔

پہلا اعتراض: انہوں نے کہا کہ اس نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو گورنر تعینات کیا۔

دوسرا اعتراض: انہوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کیا۔

تیسرا اعتراض: انہوں نے مروان بن حکم کو افریقہ کا خمس دیا۔

چوتھا اعتراض: انہوں نے مصاحف جلا دیئے اور لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کیا۔

پانچواں اعتراض: انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو اتنا مارا کہ ان کی انتڑیاں پھٹ گئیں اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

چھٹا اعتراض: انہوں نے چراگاہ وسیع کر دی۔

ساتواں اعتراض: انہوں نے سفر میں پوری نماز ادا کی۔

آٹھواں اعتراض: وہ غزوۂ اُحد کے دن میدان جنگ سے فرار ہو گئے تھے۔

نانواں اعتراض: وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہ تھے۔

دسواں اعتراض: وہ بیعت رضوان میں شریک نہ ہوئے تھے۔

گیارھواں اعتراض: انہوں نے ہرمزان کے بدلے میں عبید اللہ بن عمر کو قتل نہ کیا۔

بارھواں اعتراض: انہوں نے جمعہ کے دن دوسری اذان کا اضافہ کیا جبکہ نبی کریم ﷺ اور شیخین کے دور خلافت میں صرف ایک اذان ہوتی تھی۔

تیرھواں اعتراض: حضرت نبی کریم ﷺ نے مروان کے والد حکم بن العاص کو جلاوطن کیا تھا اور انہوں نے واپس بلا لیا۔

علاوہ ازیں دیگر اعتراضات بھی کیے مثلاً وہ منبر پر حضرت نبی کریم ﷺ والی سیڑھی پر چڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ پہلی سیڑھی پر خطبہ دیتے تھے۔ جب حضرت ابو بکر آئے تو وہ دوسری پر اتر آئے اور جب حضرت عمر آئے تو وہ تیسری پر اتر آئے۔

اور جب حضرت عثمان کا دور آیا تو وہ پہلی سیڑھی پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے اور آج تک یہی طور طریقہ چلا آ رہا ہے۔ [1]

---

[1] متوکل علی اللہ عباسی نے ایک دفعہ اپنے ہم نشینوں کے سامنے حضرت عثمان پر سبائیوں کے چند اعتراضات بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق منبر نبوی پر خطبہ دیتے تو حضرت نبی کریم ﷺ والی سیڑھی سے نیچے والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ابو بکر والی سیڑھی سے نیچے والی سیڑھی پر خطبہ ارشاد فرماتے جب حضرت عثمان آئے تو انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ والی سیڑھی پر خطبہ دینا شروع کر دیا تھا، تو اس کے ہمنشیں عباد نے یہ سن کر کہا، اے امیر المومنین! حضرت عثمان سے بڑھ کر اور کوئی آپ کا محسن نہیں ہو سکتا! اس نے کہا وہ کیسے؟ تیرے لیے خرابی ہو! اس نے کہا اگر شیخین کی طرح ہر خلیفہ نیچے اترتا رہتا تو آج آپ نے ہمیں کنویں میں کھڑے ہو کر خطبہ دینا تھا! یہ سن کر متوکل علی اللہ اور سارے درباری کھلکھلا کر ہنس دیئے۔ بحوالہ ایقاظ اولی الهمم العالیہ ص: ۳۰۰ مولفہ عبد العزیز محمد سلمان (مترجم)

اورانہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق درہ لگاتے تھے لیکن انہوں کے کوڑا لگانا شروع کر دیا۔

اورانہوں یہ بھی کہا کہ آپؓ نے صحابی رسولؐ حضرت ابودرداء کو تکلیف دی۔

علاوہ ازیں دیگر اعتراضات بھی جن میں سے اکثر تو ان پر جھوٹ اور باقی غلط فہمی پر مبنی تھے اور لیجئے اب ان کا تفصیلی جائزہ۔

حضرت عثمانؓ پر اعتراضات کا تفصیلی جائزہ

پہلا اعتراض: قرابت داروں کو حاکم بنانا:

حضرت عثمانؓ نے اپنے کون سے قریبی رشتہ داروں کو حاکم مقرر کیا؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے جن رشتہ داروں کو حاکم مقرر کیا۔ ان میں سے پہلے حاکم حضرت معاویہؓ، دوسرے عبداللہؓ بن سعد بن ابی السرح، تیسرے ولیدؓ بن عقبہ، چوتھے سعیدؓ بن العاص، پانچویں عبداللہؓ بن عامر یہ پانچ حاکم تھے اور یہ آپ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔

اوران کے خیال میں ان کا تقرر حضرت عثمانؓ پر اقربا پروری کا دھبہ ہے، اس لیے پہلے ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے دیگر حاکم کون کون سے تھے اوران کی تعداد کتنی تھی؟

اور وہ تھے (۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری، (۲) قعقاع بن عمرو، (۳) جابر مزنی، (۴) حبیب بن مسلمہ، (۵) عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید، (۶) ابوالاعور سلمی، (۷) حکیم بن سلامہ، (۸) اشعث بن قیس، (۹) جریر بن عبداللہ بجلی، (۱۰) عتیبہ بن نھاس، (۱۱) مالک بن حبیب، (۱۲) نسیر عجلی، (۱۳) سائب بن اقرع، (۱۴) سعید بن قیس، (۱۵) سلمان بن ربیعہ، (۱۶) خنیس بن خبیش۔

یہ تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غیر اموی گورنر، اگر ہم ان میں امویوں کو شامل

کریں تو ان کی تعداد اکیس بنتی ہے۔

کیا ان میں سے بنی امیہ کے پانچ حاکموں کا مستحق ولایت ہونا صحیح نہیں؟ جو کہ کل حاکموں کا ایک چوتھائی بھی نہیں بنتے۔۔

جبکہ ہمیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ اوروں کی بہ نسبت بنوامیہ کو زیادہ تر حاکم مقرر کرتے تھے۔

مزید برآں یہ کہ یہ پانچ اموی حاکم بیک وقت (مختلف صوبوں پر) تعینات نہ تھے، بلکہ حضرت عثمانؓ نے ولیدؓ بن عقبہ اموی کو حاکم بنایا پھر اسے معزول کر کے اس کی جگہ سعیدؓ بن العاص اموی کو مقرر کیا تو یہ ایک وقت میں پانچ تو نہ ہوئے۔

علاوہ ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی شہادت سے قبل سعید بن العاص کو بھی معزول کر چکے تھے تو گویا جب آپ کی شہادت ہوئی اس وقت بنوامیہ میں سے فقط تین حاکم تھے۔ایک حضرت معاویہؓ، دوسرے عبداللہؓ بن سعد اور تیسرے عبداللہؓ بن عامر۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کو معزول کر دیا لیکن ان کو کہاں سے معزول کیا؟ کوفہ سے۔

وہ کوفہ کہ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو معزول کیا تھا۔اس کوفہ سے کہ جو کسی حاکم سے کبھی خوش نہ رہا۔

اس بنا پر حضرت عثمان کا ان حاکموں کو معزول کرنا ان میں کسی عیب کا سبب نہ قرار دیا جائے گا بلکہ یہ اس شہر کا عیب سمجھا جائے گا جس پر انہیں حاکم مقرر کیا گیا۔(آٹھویں صدی کے مجدد اور شہرۂ آفاق مصلح) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ ہمارے علم کے مطابق قریش کے کسی قبیلہ سے حضرت نبی کریم ﷺ کے اتنے حاکم نہ تھے جتنے بنوامیہ سے تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تعداد میں بھی زیادہ تھے اور ان میں شرافت اور سرداری اور معاملات کو سلجھانے کی خوبیاں بھی نسبتاً زیادہ تھیں۔ ①

---

❶ منہاج السنۃ: ۱۹۲/۶

اور جن اموی حاکموں کو حضرت رسول کریم ﷺ نے (مختلف صوبوں پر) حاکم مقرر کیا تھا وہ تھے (۱) عتاب بن اسید اموی، (۲) ابوسفیان بن حرب اموی، (۳) خالد بن سعید اموی، (۴) عثمان بن سعید اموی، (۵) ابان بن سعید اموی۔ یہ پانچ حاکم تھے اور ان کی تعداد اتنی ہی ہے جتنی حضرت عثمانؓ کے اموی حاکموں کی تھی حالانکہ دورِ نبوی کی نسبت دورِ عثمانی میں مملکت اسلامی کی وسعت اور صوبوں کی تعداد کئی گنا زیادہ ہو چکی تھی۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان حاکموں نے اپنی اہلیت کو ثابت کیا یا نہیں؟

عنقریب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان حاکموں کی کارگردگی اور اہلیت کے متعلق، اہل علم کی شہادتیں بیان کی جائیں گی۔

البتہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے رشتہ داروں کو حاکم مقرر کیا [1] اور ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا اور ہم بھی اعتراض نہیں کرتے۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اپنے رشتہ داروں کو حاکم بنانے پر دو قسم کے شخص معترض ہیں۔ سنی یا شیعی۔

شیعی کو تو یہ جواب دیا جائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے قریبی رشتہ داروں کو حاکم بنایا۔ اس لیے معاملہ برابر ہوا، اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنے قریبی رشتہ داروں کو حاکم بنانا قابل اعتراض ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے قریبی رشتہ داروں کو حاکم بنانا بھی قابل اعتراض ہے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض نہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

بلکہ جن لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حاکم مقرر کیا تھا، وہ سب کے سب ان حاکموں سے افضل تھے، جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاکم بنایا۔ سوائے حضرت ابن عباس کے۔ (رضی اللہ عنہ)

---

[1] حضرت علیؓ نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ، عبیداللہ بن عباس، قثم بن عباس، تمام بن عباس اور اپنے ربیب بیٹے محمد بن ابوبکر کو حاکم مقرر کیا تھا۔ دیکھئے تاریخ خلیفہ بن خیاط: ۲۰۰ تا ۲۰۱

اوراگرحضرت عثمان پراعتراض کرنے والاسنی ہےتو ہم اسے جواب دیں گے کہ:

آپ اپنے اعتراض کی بناپردوباتوں میں سے کسی ایک بات اعتراض کریں گے۔

ایک تو یہ کہ حضرت عثمان نے ان کواس بناپر حاکم بنایا کہ......وہ ان کے رشتہ دار تھے جبکہ وہ گورنری کے لائق نہ تھے۔

اور دوسری بات یہ کہ حضرت عثمان انہیں گورنری کے اہل سمجھتے تھے۔اس لیے ان کو گورنر بنایا۔

اوراصل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔

اس کے بعد ہم ان گورنروں کے حالات پرنظر ڈالتے ہیں جن کوحضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حاکم (گورنر) بنایا تھا۔تو آئیے ہم،ان حاکموں کے متعلق اہل علم کے اقوال ملاحظہ کریں۔

پہلے حاکم ،حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بہترین حاکم ہونے میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں۔ بلکہ اہل شام ان پر جان نچھاور کرتے تھے۔[رضی اللہ عنہ]

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں یہاں کا حاکم مقرر کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف اتنا کیا کہ انہیں اس عہدے پر برقرار رکھا اور دیگر صوبے بھی ان کی امارت کے ماتحت کر دیئے۔علاوہ ازیں آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کے کاتب بھی تھے اور بہترین حاکم بھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« خِيَارُ اَئِمَّتِكُمْ مَنْ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ » ①

''کہ تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت

---

❶ مسلم کتاب الامارۃ :٦٥

کریں اور تم ان کے لیے دعا کرو اور وہ تمہارے لیے دعا کریں۔"

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے ہی (مقبول ترین) حاکم تھے۔

دوسرا حاکم، حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی السرح:

یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی تھا، پھر یہ مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل گیا۔ بعد ازاں توبہ کر کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سفارش کی:

"کہ اے اللہ کے پیارے رسول اس سے بیعت لے لیجئے یہ توبہ کر کے آیا ہے، لیکن آپ نے بیعت نہ لی۔ حضرت عثمان نے پھر درخواست کی، آپ نے پھر بھی بیعت نہ لی۔ حضرت عثمان نے تیسری مرتبہ پھر درخواست کی تو آپ نے ہاتھ بڑھا دیا تو اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔"[1]

چنانچہ اس نے اپنے طرزِ عمل سے رجوع کر لیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لوٹ آیا۔ اور اسی کے ہاتھوں افریقہ فتح ہوا۔ اس کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں:

"اس نے نہ تو حدود سے تجاوز کیا اور نہ کوئی ایسا کام کیا جس پر گرفت کی جا

نوٹ= طبقات حنابلہ جلد دوم صفحہ: ۱۶۵ پر شہرہ آفاق محدث اور زاہد امام ابواسحاق ابراہیم بغدادی حربی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے درج ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے جنتی ہونے پر مندرجہ ذیل احادیث اور آثار سے استدلال فرمایا کہ:

حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

"اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا دے اور اسے عذاب سے بچا۔"

اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب الدعوات تھے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عذاب سے بچ گئے ہیں تو پھر وہ جنت میں ہیں۔ [مترجم] (طبقات حنابلہ جلد دوم ص/۱۶۵)

[1] ابو داؤد کتاب الحدود باب الحکم من ارد: ٤٣٥٩

سکے اور یہ گورنر بڑا دریا دل اور عقلمند انسان ثابت ہوا۔ افریقہ میں جتنی بھی فتوحات ہوئیں وہ ساری کی ساری اسی کے ہاتھ پر ہوئیں۔ [رضی اللہ عنہ]

تیسرے حاکم، سعیدؓ بن العاص اموی

یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اور پسندیدہ صحابہ میں تھے۔ ان کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" كَانَ اَمِيْرًا شَرِيْفًا جَوَّادًا مَمْدُوحًا حَلِيْمًا وَ قُوْرًا ذَا حَزْمٍ وَ عَقْلٍ يَصْلُحُ لِلْخَلَافَةِ " [1]

''کہ یہ بڑا عزت دار اور دریا دل، ہر دلعزیز، بردبار، باوقار اور مستقل مزاج اور عقلمند امیر تھا۔ اور خلافت کے لیے موزوں تھا۔'' [2]

چوتھے حاکم، عبداللہؓ بن عامر بن کریز :

انہوں نے کسرائے ایران کے مقبوضات اور خراسان کو فتح کیا۔ بلکہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اسی کے ہاتھ پر مملکت فارس کی فتح مکمل ہوئی اور انہوں نے سجستان اور کرمان وغیرہ علاقوں کو فتح کیا۔ ان کے متعلق امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

---

1. سیر اعلام النبلاء: ۳/۴۴۵
2. حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اکرم العرب قرار دیا تھا حالانکہ یہ اس وقت نو سال کے بچے تھے، یہ بڑے دریا دل اور فیاض انسان تھے، سائل کو خالی نہ لوٹاتے اگرچہ قرض اٹھا کر دینا پڑتا، ان کی اسی روش کی وجہ سے ان پر اسی ہزار دینار قرض چڑھ گیا، جو ان کے بیٹے نے ان کی وفات کے بعد ادا کیا، حضرت علی المرتضیٰؓ کی لخت جگر حضرت ام کلثوم نے حضرت عمر کی شہادت کے بعد ان سے نکاح کی خواہش ظاہر کی اور ایک لاکھ درہم حق مہر وصول بھی کر لیا تھا اور حضرت حسن بن علی ان کے ولی بننے پر تیار ہو گئے تھے، لیکن آپ نے حضرت حسین بن علی کی پاسداری کرتے ہوئے نکاح سے معذرت کر لی، کیونکہ وہ اپنی اس بہن کا نکاح اپنے عم زاد سے کرنا چاہتے تھے البتہ آپ نے حق مہر کی رقم واپس نہ لی۔ (تاریخ اسلام امام ذہبی) [مترجم]

"كَانَ مِنْ كِبَارِ أُمَرَاءِ الْعَرَبِ وَ شُجْعَانِهِمْ وَ اَجْوَادِهِمْ" ①

''کہ یہ عرب کے بڑے دولتمند اور دلیر ترین اور سخی انسانوں میں سے تھا۔''

پانچویں حاکم، ولیدؓ بن عقبہ:

امام عامر بن شراحیل شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، حبیب بن مسلمہ اور ان کے جہاد اور ان کی فتوحات کا تذکرہ ہونے لگا، تو انہوں نے فرمایا:

''کاش کہ تم ولید اور اس کے غزوات اور امارت کا دور پا لیتے۔''

ولید بن عقبہ، پانچ سال تک کوفے پر امیر رہے اور باوجود امیر ہونے کے ان کے گھر پر کوئی دروازہ نہ تھا، جس کا جی چاہتا وہ اس کے پاس جاتا اور گفتگو کرتا اور لوگ ان سے محبت کرتے تھے۔ لیکن کوفہ والوں کی تلون مزاجی مشہور ہے۔ ولید بن عقبہ پر دو چیزوں کا الزام لگایا جاتا ہے۔

پہلا الزام تو یہ ہے کہ مفسرین کے بقول اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا ہے۔

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ ﴾ [الحجرات: ٦]

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کسی قسم کی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بغیر تحقیق کیے (غلط فہمی میں) نقصان

① سیرا علام النبلاء ۳/۲۱

نوٹ = حضرت عبداللہ بن عامر باپ کی طرف سے اموی اور ماں کی طرف سے ہاشمی تھے، جب یہ پیدا ہوئے تھے تو انہیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، تو آپ نے اپنا لب مبارک اس کے منہ میں ڈال دیا، یہ غٹ غٹ کر کے نوش کرنے لگے، آپ نے فرمایا: ''اے امویو! تمہارا یہ بچہ تمہاری بہ نسبت ہم سے زیادہ مشابہ ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اسے سیرابی نصیب ہوگی۔ یہ صحابی بڑا بہادر اور سخی انسان تھا، ایک دفعہ ایک سائل نے ان سے دوائی کے طور پر چند روز کے لیے گائے کا دودھ مانگا، تو انہوں نے اسے سات سو گائیں ہبہ کر دی تھیں۔[اصابہ۔منہاج القاصدین] (مترجم)

پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتانے بیٹھ جاؤ۔''

تفاسیر میں یہ بات بڑی مشہور ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت نبی کریم ﷺ نے ولید بن عقبہ کو بنی مصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ ان کی طرف گیا تو انہیں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر ڈر گیا اور حضرت نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹ آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ:

وہ تو میرے قتل کے ارادے سے آ رہے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ بڑے غضبناک ہوئے اور خالد بن ولید کو ان کی طرف بھیجنا چاہا، یا بھیج بھی دیا۔ بعدازاں آپ ﷺ کو خبروں کی تحقیق اور چھان بین کر لینے کا حکم دیا گیا تو اس سلسلے میں اللہ کا فرمان نازل ہوا:

''کہ اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کسی قسم کی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بغیر تحقیق کیے نقصان پہنچا بیٹھو پھر تم اپنے کیے پر پچھتانے بیٹھ جاؤ۔''

جب صحابہ نے چھان بین کی تو انہوں نے کہا: ''ہم لڑنے کے لیے نہیں بلکہ صدقات لے کر آئے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا نمائندہ لیٹ ہو گیا تھا۔

دوسرا الزام یہ تھا کہ وہ نشے کی حالت میں فجر کی نماز پڑھاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے فجر کی چار رکعات پڑھا کر سلام پھیرا اور کہا، اور پڑھاؤں؟

انہوں نے اس سے کہا کہ تم تو اتنے دنوں سے زیادہ پڑھا رہے ہو، پھر لوگ حضرت عثمان کی طرف گئے اور ان کی شکایت کی، تو حضرت عثمان نے ان کو شراب نوشی کی حد لگائی۔ [1]

مقصد یہ ہے کہ ولید بن عقبہ پر دو الزام لگائے گئے ۔ پہلا الزام تو مفسرین کے ہاں مشہور ہے اور مسند احمد میں حسن سند سے مروی بھی ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے قصے میں نازل ہوئی۔ [2] لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ولید ہی فاسق

---

1. مسلم كتاب الحدود نمبر ٣٨،

2. احمد: ٢٧٩/٤

ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو عام حکم دیا ہے کہ وہ خبر لانے والے کی تحقیق کر لیا کریں (نہ خاص ولید بن عقبہ کی خبر کی)

اور اگر اللہ نے انہیں فاسق کہا تھا تو کیا وہ ساری عمر فاسق رہا؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَ اُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ [النور:٤]

''اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر (اس الزام کی صداقت پر) چار گواہ پیش نہ کریں تو انہیں اسی (۸۰) درّے لگائے جائیں۔ اور آئندہ کبھی ان کی کوئی گواہی قبول نہ کرو۔ یہی لوگ دراصل فاسق ہیں۔'' پھر فرمایا:

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''مگر وہ لوگ بعد ازیں توبہ کرلیں اور اصلاح کا رویہ اختیار کرلیں تو یقیناً اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اگر ہم فرض کرلیں کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں ہی نازل ہوئی تھی تو کیا اس کی توبہ کا دروازہ بند ہو گیا؟ جبکہ اس کی زندگی قابل رشک تھی۔

رہا شراب نوشی کا معاملہ! تو پہلی بات یہ ہے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے تاہم صحیح حدیث کی تکذیب بھی نہیں کرتے کیونکہ انہیں شراب نوشی کی حد ضرور لگائی گئی جیسے کہ بخاری و مسلم میں منقول ہے لیکن کیا اس کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ اس نے شراب پی تھی؟ یہ ایک الگ بحث ہے۔

(ان کو حد لگانے کا واقعہ اس طرح ہے) کہ جب ولید بن عقبہ کوفے کے گورنر تھے تو دو کوفی، کوفہ سے نکل کر مدینہ منورہ میں حضرت عثمان کے پاس آئے اور ان کے سامنے یہ بات کہی کہ ہم نے ولید بن عقبہ کو نشے کی حالت میں نماز فجر پڑھاتے دیکھا ہے۔

ایک نے کہا کہ: ''میں نے اسے نشے میں دیکھا۔'' اور دوسرے نے کہا: '' میں نے اسے قے کرتے دیکھا۔''

حضرت عثمان نے فرمایا: ''اس نے قے کی ہے تو شراب پینے کے بعد ہی کی ہے۔''

اس موقعہ پر حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حسن بن علی اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے، تو حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ کو حد لگوائی اور پھر کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔

لیکن کچھ اہل علم نے ان گواہوں کی گواہی مشکوک قرار دی ہے۔ حد والا واقعہ تو صحیح ہے کیونکہ وہ تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ لیکن کیا دونوں کوفی گواہ سچے تھے یا نہیں؟

جو کوئی اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث پڑھنا چاہتا ہے اسے محبّ الدین الخطیب کے حاشیے والی کتاب **العواصم من القواصم** کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ انہوں نے ان کوفی گواہوں پر جرح کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ کوفی ثقہ گواہ نہیں تھے (بلکہ محض سازشی تھے۔) [1]

اگر ان کی گواہی سچی بھی ہو تو حضرت عثمان پر کوئی گرفت نہیں، ان کے سامنے شراب نوشی کی گواہی پیش ہوئی تو انہوں نے اسے حد لگوا کر معزول کر دیا، کیا حضرت عثمان نے غلطی کی؟ نہیں، بلکہ عین انصاف کیا۔

عثمان نے غلطی نہیں کی بلکہ یہ تو ان کی خوبی ہے کہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو حد لگوائی اور کوئی قرابت داری آڑے نہ آئی اور اسے معزول بھی کر دیا۔

اور کیا ولید بن عقبہ معصوم تھا؟

ہم ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہم اصحاب رسول ﷺ کی عصمت دری کے قائل نہیں۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی ایک صحابی حضرت قدامہ بن مظعون نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان کو جواز بنا کر شراب نوشی کر لی۔

---

[1] العواصم من القواصم: ۱۰۷-۱۰۸

کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ فِيْمَا طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَ آمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَ اَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O ﴾[المائدہ:۹۳]

''کہ ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان کے کھانے پینے پر کوئی گناہ نہیں جبکہ وہ ڈرتے رہیں اور ایمان رکھیں اور نیک عمل کریں پھر بھی ڈرتے رہیں اور ایمان رکھیں پھر بھی ڈرتے رہیں اور اچھے کام کریں اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو درست مطلب سمجھایا، پھر انھیں معزول کر دیا اور ولید بن عقبہ کے معزول کرنے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی کیونکہ انہوں نے اپنی قریبی کی غلطی پر گرفت کی اور اسے گورنری سے معزول کر دیا اور اس پر حد نافذ کر دی۔

یہ تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر، ان میں سے صرف اکیلے ولید بن عقبہ ہیں جن پر انگشت نمائی ہو تو ہو، حضرت عثمان پر نہیں ہو سکتی، اگر کوئی قابل اعتراض بات ہے تو اس کا ولید بن عقبہ ذمہ دار ہے نہ کہ حضرت عثمان [رضی اللہ عنہ]

﴿۔۔۔۔دوسرا اعتراض۔۔۔۔﴾

کہ انہوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔

اس سلسلے میں سیف بن عمر کے حوالے سے تاریخ طبری وغیرہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے، کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف سا ہو گیا، تو حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمان کی طرف پیغام بھیجا کہ حضرت ابوذرؓ نے لوگوں کو ہم سے بدظن کرنا شروع کر دیا ہے، تو انہوں نے جوابًا پیغام بھجوایا کہ انہیں میرے پاس بھیج دو، تو حضرت ابوذر کو حضرت عثمان کی طرف بھیج دیا گیا۔

چنانچہ آپ نے انہیں ملامت کی تو وہ ربذہ کی طرف نکل گئے۔ ①

یہ ہے سیف بن عمر (متہم بالکذب اور متروک راوی) کی روایت۔ لیکن ہمارے پاس اس قضیہ کے متعلق اس سے زیادہ مستند اور صحیح روایات ہیں۔ جنہیں امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت زید بن وھب سے بیان کیا ہے:

''میں ربذہ سے گذرا تو وہاں مجھے ابوذر ملے، میں نے ان سے کہا: ''کہ آپ یہاں کیوں رہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں شام میں تھا کہ میرا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے، ان لوگوں کے متعلق جھگڑا ہو گیا، جو سونے چاندی کو جمع کر کے رکھ لیتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے یہ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں کہتا تھا کہ یہ ہمارے متعلق بھی نازل ہوئی ہے اور ان کے متعلق بھی، اور اس مسئلے میں میرے اور ان کے درمیان بحث طول پکڑنے لگی، تو انہوں نے حضرت عثمان کی خدمت میں میری شکایت کر دی، کہ یہ اس طرح کے مسائل میں بحث کرتے ہیں اور لوگوں کو بھڑکاتے ہیں۔ ②

تو امیر المومنین نے مجھے خط لکھ کر مدینہ منورہ چلے آنے کا حکم دے دیا۔ تو میں مدینے آ گیا، چنانچہ لوگ مجھے یوں دیکھنے آئے کہ گویا انہوں نے مجھے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔ چنانچہ میں نے اس بات کا حضرت عثمانؓ سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

---

❶ تاریخ طبری ۳/۳۳۵،

❷ سب جانتے ہیں کہ اس مسئلے میں حضرت ابوذر کا نظریہ یہ تھا کہ انسان اپنی ضرورت سے زیادہ اپنے پاس کچھ نہ رکھے، جبکہ صحابہ کرام کی اکثریت اس نظریے کے خلاف تھی اور آج کل اس مسئلہ پر تقریباً اجماع ہو گیا ہے کہ انسان زکوٰۃ ادا کر کے یہ چیزیں اپنے پاس رکھ سکتا ہے، اسی لیے امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے کہ جس چیز کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز میں داخل نہیں۔ اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے نیز حضرت عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام کا بھی یہی مذہب ہے، لیکن ابوذر کہتے تھے کہ خواہ زکوٰۃ ادا کر دی جائے پھر بھی ضرورت سے زائد سونا چاندی رکھنا منع ہے۔ حضرت معاویہ اسی مسئلے پر ان سے اختلاف رکھتے تھے۔

''اگر آپ چاہیں تو یہاں سے منتقل ہو جائیں تو میں یہاں قریب ہی رہنے لگا ہوں اس وجہ سے میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔اور اگر وہ مجھ پر حبشی کو بھی امیر بنا دیں تو میں اس کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔''①

(اس مستند اور صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن نہیں کیا تھا اور نہ ہی حضرت معاویہ نے انہیں شام سے بے عزت کر کے مدینہ بھجوایا (ان کے متعلق اس طرح کی کہانیاں) سفید جھوٹ ہیں [رضی اللہ عنہم]۔ یہ تھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قصہ (لیکن کذاب راویوں نے اسے رائی سے پہاڑ بنا دیا)

بلکہ (شہرۂ آفاق محدث اور مؤرخ) ابن سعد نے اس قصے کو جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے، کہ جب وہ ربذہ کی طرف نکلے تو فرمایا:

میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''کہ جب آبادی سلع (پہاڑ) تک پہنچ جائے تو یہاں سے نکل جانا......''② اس بنا پر ان کا (مدینہ سے) نکلنا گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر تھا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ:

''کہ اللہ ابوذر پر رحم فرمائے وہ تن تنہا چلے گا اور تن تنہا ہی مرے گا اور تن تنہا ہی اٹھے گا۔''③ رضی اللہ عنہ و ارضاہ

تیسرا اعتراض

مروان کو افریقہ کے مال غنیمت سے پانچواں حصہ

---

① صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ حدیث:١٤٠٦

② طبقات ابن سعد ٢٢٦/٤

③ حاکم:٥٠/٣ و صححہ مگر ذہبی نے اسے مرسل کہا ہے۔نیز کہا کہ اس کی سند میں ایک انتہائی ضعیف راوی ''برید بن سفیان'' ہے۔

جبکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ حضرت عثمان سے ایسا کرنا ثابت نہیں کیا جا سکا۔ سید قطب (شہید) مصری نے بھی سبائیوں کے کوڑے کرکٹ سے ایسی مکذوبہ اور بے سند روایات اکٹھی کر کے، اس بہتان کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ (مترجم)

﴿۔۔۔۔چوتھا اعتراض۔۔۔۔﴾
قرآن مجید کے نسخوں کو جلانا

(اس کی حقیقت یہ ہے کہ) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ بات پہنچائی کہ لوگ قرآن (کی مجوزہ قرأت کے معاملے) میں تفرقہ بندی کا شکار ہو کر آپس میں شدید اختلاف کرنے لگے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ان پر قرآن سے کفر کا اندیشہ ہونے لگا ہے اور انہوں نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ لوگوں کو قرآن کی ایک قرأت پر اکٹھا کیا جائے اور قرآن کو دوسری مرتبہ جمع کیا جائے۔ [1]

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری مرتبہ قرآن جمع کرنے کا حکم دے دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جن نسخوں کو جلانے کا حکم دیا تھا ان میں کچھ آیات منسوخ التلاوۃ بھی تھی، جنہیں چند صحابہ کرام نے باقی رہنے دیا تھا، اور پھر وہ نسخے اس ترتیب کے خلاف تھے، جو آخری مرتبہ حضرت جرائیل نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی تھی، اور بعض نسخوں میں چند صحابہ کرام کی اپنی تفسیریں شامل تھیں، اس لیے انہوں نے ان نسخوں کو جلا دینے کا حکم دے دیا اور ایک مصحف شریف لکھوایا اور اس میں (تمام) قرأتیں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ کسی قرأت کو لغو قرار نہیں دیا۔

امام ابن العربی مالکی رحمہ اللہ ایک مصحف کے سوا باقی مصاحف کو جلانے اور ایک اسی نسخے پر لوگوں کو جمع کرنے کے متعلق، فرماتے ہیں:

---

1. صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن ،باب جمع القرآن: ٤٩٨٧

کہ یہ ان کی عظیم ترین نیکی اور بہت بڑی خوبی ہے کیونکہ انہوں نے اختلاف کی جڑ ختم کر دی اور اللہ نے آپؓ کے ہاتھ سے قرآن کی حفاظت کی۔ ①

مگر (دیکھئے) انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس عظیم نیکی اور خوبی کو (کس طرح) آپ کی غلطی اور جرم ٹھہرایا ہے! (کسی نے سچ کہا ہے)

وَ عَيْنُ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ
كَمَا أَنَّ عَيْنَ السُّخْطِ تُبْدِى الْمَسَاوِيَا

''کہ محبت وخوشی کی آنکھ ہر عیب سے بند رہتی ہے۔ لیکن ناراضی کی آنکھ عیوب برائیاں اچھالتی ہے (اور اچھائیوں پر پردہ ڈالتی ہے)۔''

پانچواں اعتراض

وہ کہتے تھے کہ: ''کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو اتنا مارا کہ ان کی انتڑیاں پھٹ گئیں اور حضرت عمار بن یاسر کو اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔''

اور یہ بھی سفید جھوٹ ہے، اگر ان کی انتڑیاں پھٹ جاتیں تو وہ زندہ نہ رہتے۔ حضرت عثمان پر یہ اعتراض محض کذب و بہتان ہے۔ [رضی اللہ عنہ]۔ خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ انہیں پیٹنا محض باطل دعویٰ ہے، جو ثابت نہیں ہو سکا۔

چھٹا اعتراض

وہ کہتے تھے کہ: ''انہوں نے چراگاہ کو وسعت دی (اور چراگاہ سے مراد وہ قطعہ زمین جو مرکزی حکومت نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے مخصوص کر لیا ہو) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی مخصوص چراگاہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ «اِنَّمَا الْحِمٰى حِمَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ» ② کہ چراگاہ پر اللہ اور اس کے رسول کا ہی حق ہے۔''

① العواصم من القواصم: ۸۰

② البخاری =کتاب المساقات ،باب لا حمی الا لله و لرسوله الحدیث::/۲۳۷۰

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے چراگاہ مخصوص کی اوران کے لیے خاص علاقہ مقرر کر دیا، تاکہ اس میں صرف صدقہ کے اونٹ چریں اور جب وہ موٹے تازے ہو جائیں تو لوگوں کے کام آسکیں۔ جب حضرت عثمان کے دور میں صدقات بڑھ گئے تو انہوں نے اس مناسبت سے چراگاہ کو بھی وسیع کر دیا۔ تو مفسدین نے ان پر نکتہ چینی شروع کر دی اور یہاں تک کہہ ڈالا کہ:

''یہ جو تو نے چراگاہ کو وسیع کیا ہے اس کا تجھے اللہ نے حکم دیا ہے یا تو اللہ پر افترا باندھتا ہے؟۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''مجھ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے قطعہ زمین مخصوص کیا۔ جب میں خلیفہ بنا تو صدقہ کے اونٹ بڑھ گئے، اس لیے میں نے چراگاہ وسیع کر دی۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح سند کے ساتھ فضائل صحابہ میں بیان کیا ہے۔''[1]

....ساتواں اعتراض....

وہ کہتے تھے کہ: ''انھوں نے سفر میں پوری نماز پڑھی۔''

(اس میں کوئی شک نہیں) کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں دو رکعتیں پڑھیں اور حضرت ابوبکر نے بھی سفر میں دو رکعتیں پڑھیں اور حضرت عمر نے بھی سفر میں دو رکعتیں پڑھیں اور حضرت عثمان نے بھی اپنی خلافت کی ابتداء میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپ نے پوری پڑھنی شروع کر دی۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ فقہی و اجتہادی مسئلہ ہے، اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کیا لیکن خطا ہو گئی تو کیا ہوا؟ جب اس اجتہاد میں ان سے غلطی ہوئی تو کیا یہ خطا

[1] ١/ ٤٧٠ حديث نمبر: ٧٦٥

ان کے خون کو حلال کر سکتی ہے؟ اور پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ معصوم کون ہے؟ پھر اہل علم کے درمیان اس مسئلہ پر اختلاف بھی ہے بہت سے اہل علم کہتے ہیں کہ نماز قصر مستحب سنت ہے۔''①

حضرت عثمان نے صرف یہی کیا تھا کہ انہوں نے مستحب عمل کو چھوڑ دیا اور جواز پر عمل کر لیا یا انہوں نے رخصت چھوڑ دی اور عزیمت کو اپنا لیا۔ رہی یہ بات کہ انہوں نے پوری نماز کیوں پڑھی؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ نے ایسا دو وجوہات میں سے کسی ایک وجہ سے کیا۔

1۔ کیونکہ انہوں نے مکہ میں شادی کر لی تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنے شہر مکہ میں ہیں اس لیے وہاں پوری نماز ادا کی۔

2۔ وہ اس بات سے ڈر گئے ہوں کہ (حج کے موقع پر آئے ہوئے) دیہاتی لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے اور وہ اپنے ملکوں میں جا کر (ہمیشہ) قصر پڑھنا شروع کر دیں۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے اس لیے نماز پوری پڑھی کہ ان کو آگاہ کر سکیں کہ اصلاً نماز کی چار رکعتیں ہیں۔ تاہم اس کا اصل سبب اللہ تبارک و تعالیٰ کو معلوم ہے۔

جب سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے سفر میں پوری نماز ادا کی تو لوگوں نے حضرت عروہ بن زبیرؒ سے اس کا سبب پوچھا تو آپؒ نے فرمایا:

کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح تاویل کر لی تھی۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت عثمان نے تاویل کی تھی۔ ②

---

❶ مالک، شافعی، اوزاعی، احمد کا یہی مذہب ہے، مغنی ابن قدامہ ۲/ ٥٤

❷ حضرت ابو عبداللہ جعفر الصادق سے کلینی کی کتاب الکافی میں روایت ہے کہ حرمین میں پوری نماز پڑھنا افضل ہے: ۵۲۴/۴

﴿.... آٹھواں، نانواں اور دسواں اعتراض ....﴾

''کہ آپؓ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے۔''

''اور احد کے دن فرار ہو گئے تھے اور بیعت رضوان میں حاضر نہ ہوئے تھے۔''

صحیح بخاری میں حضرت عثمان بن موہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''ایک مصری باشندہ (ہمارے پاس آیا اور پوچھنے لگا: ''تم کون سے قبیلہ سے ہو؟'' ان لوگوں نے کہا: ''قریش سے۔'' وہ کہنے لگا: ''تم میں وہ بزرگ آدمی کون صاحب ہیں؟'' لوگوں نے کہا: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ'' تو وہ ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے عبد اللہ بن عمر میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں وہ مجھے بتا دیجئے۔

1۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان احد کے دن فرار ہوئے تھے؟ فرمایا: ''ہاں''

2۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ جنگ بدر سے بھی غائب تھے؟ فرمایا: ''ہاں''

3۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان سے بھی غائب تھے؟'' فرمایا: ''ہاں''

مصری کہنے لگا: ''اللہ اکبر، (یعنی اس کے خیال میں حق واضح ہو گیا)، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے کہا: ''آؤ میں تمہیں ان کی وجوہات بیان کرتا ہوں۔''

احد کے دن ان کا فرار ہونا: تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تھا اور ان کی بخشش کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا وَ لَقَدۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌO﴾

''تم میں سے جو لوگ دو جماعتوں کی مڈبھیڑ (جنگ احد) کے دن روگرداں ہو گئے تھے ان کو محض شیطان نے پھسلایا تھا ان کے کسی عمل کی وجہ سے اور اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ بے شک اللہ بخشنہار اور بردبار ہے۔''

بدر کے دن، ان کا غائب ہونا: اس کی وجہ یہ بنی کہ ان کے نکاح میں حضرت نبی کریم ﷺ کی لخت جگر رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ مریضہ تھیں تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ آپ کو اس آدمی جتنا اجر ملے گا جو بدر میں شامل ہوا اور اس کے برابر مال غنیمت بھی (بنابریں وہ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے اور آپ ﷺ نے انہیں جنگ بدر سے ان کے حصہ کا مال غنیمت بھی دیا تھا)

باقی رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب رہنا: اگر مکہ والوں کی نگاہوں میں حضرت عثمان سے بڑھ کر کوئی معزز ہوتا تو آپ ﷺ ان کی بجائے اسے بھیج دیتے [1] چنانچہ حضرت نبی کریم ﷺ نے انہیں بھیج دیا اور بیعت رضوان، حضرت عثمان کے مکہ جانے کے بعد منعقد ہوئی تھی۔ اس وجہ سے حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: 'یہ بیعت عثمان کی ہے۔ (اتنا کچھ بتانے کے بعد)

حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: یہ جوابات بھی اپنے ساتھ لیتا جا۔ [2]

﴿۔۔۔۔ گیارھواں اعتراض ۔۔۔۔﴾

وہ کہتے تھے کہ: آپ نے عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ہرمزان کے بدلے میں قتل کیوں نہ کیا؟۔

کتب تاریخ میں مشہور ہے کہ جب ابولؤلؤ مجوسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر مار کر خاک و خون میں تڑپا دیا تو لوگوں نے اس پر گاؤن نما ایک کپڑا پھینک دیا تو اس نے (اپنے آپ کو گرفتار

1. حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمان کو مکہ والوں کی طرف اس لیے بھیجا تھا کہ وہ انہیں بتا دیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ عمرہ ادا کرنے آئے ہیں اور ان کے جانے کے بعد بیعت رضوان ہو گئی، بلکہ سیرت کی کتابوں میں مشہور ہے کہ یہ بیعت حضرت عثمان کا انتقام لینے کے لیے منعقد ہوئی تھی کیونکہ آپ کو افواہ ملی تھی کہ عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں، تو آپ نے ان کا بدلہ لینے کے لیے اپنے صحابہ سے بیعت لی۔ لیکن یہ محض افواہ تھی۔
2. صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابہ باب مناقب عثمان: ۳۶۹۸

ہوتا دیکھ کر) خودکشی کر لی۔ ① جب صبح ہوئی تو عبیداللہ بن عمر نے مجوسی سے مسلمان بننے والے شخص ہرمزان کو قتل کر دیا۔ جب اس سے سبب پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا:

کہ امیر المومنین کے قتل سے تین دن پہلے یہ ابولؤلو مجوسی کے ساتھ تھا ② اور اس وقت ابولؤلؤ کے پاس وہی خنجر تھا جس سے اس نے حضرت عمر کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ عبیداللہ بن عمر نے یہ سمجھ کر کہ ہرمزان بھی اس جرم میں ابولؤلو کے ساتھ شریک ہے، اسے جا کر قتل کر دیا۔

چنانچہ عبید اللہ بن عمر کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے گھر قید کر دیا گیا اور حضرت عثمان نے اصحاب رسول ﷺ کو اکٹھا کر کے ان کی رائے لی۔

ان میں سے کسی نے کہا: ''قصاصاً قتل کر دینا چاہیے کیونکہ اس نے مسلمان کو قتل کر دیا ہے۔

کسی نے کہا: دو دن قبل حضرت عمر قتل ہو گئے اب ہم ان کے بیٹے کو قتل کر دیں تو آل خطاب پر کیا گذرے گی؟

کسی نے کہا: ''کہ اس نے تاویلاً قتل کیا ہے (یعنی اپنے باپ کا شریک قاتل سمجھ کر)

یہاں ہرمزان کے بدلے عبیداللہ کو قتل نہ کرنے کی تین توجیہات سامنے آئیں:

پہلی توجیہ:

عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق کے مشاہدے کے مطابق حضرت عمر کے قتل میں ہرمزان، ابولؤلو کا معاون، اس بنا پر وہ قتل کا مستحق تھا۔ جیسے کہ بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان درج ہے کہ اگر صنعاء کے تمام باشندے کسی آدمی کے قتل میں شریک ہوں تو میں سب کو قتل کر دوں گا۔ ③

---

❶ صحیح بخاری کتاب فضائل صحابه باب قصة البيعة نمبر: ۳۷۰۰

❷ سیف بن عمر کذاب کے حوالے سے طبری میں مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے ان کو دیکھا تھا اور عبیداللہ کو اس کی خبر دی تھی۔ طبری ۳/۳۰۳

❸ صحیح بخاری کتاب الدیات: ٦٨٩٦

دوسری توجیہ:

یہ کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے بھی حضرت اسامہ بن زید کو ایک ایسے آدمی کے قتل کرنے کی پاداش میں قتل نہ کیا تھا، جس نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کرنے کے بعد اپنے بچاؤ کے لیے درخت کی پناہ لی اور لا الہ الا اللہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ البتہ آپ ﷺ نے اسامہ بن زید کو بلا کر یہ بات ضرور کہی کہ تو نے اسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کیا ہے؟

اسامہ نے جواب دیا: اس نے تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔

آپ نے فرمایا: کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ چنانچہ آپ ﷺ مسلسل یہ کہتے رہے کہ تو نے لا الہ الا اللہ کے اقرار کے بعد قتل کر دیا؟۔

اسامہ کہتے ہیں کہ میں آرزو کرنے لگا، کاش کہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ ①

الغرض حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہ پر اس لیے حد قائم نہ کی کہ وہ متأول تھے۔اسی بنا پر حضرت عثمان نے بھی عبیداللہ پر حد قائم نہ کی کیونکہ وہ متأول تھے۔

تیسری توجیہ:

یہ کہ ہرمزان کا سرپرست کوئی نہ تھا اور جس مقتول کا کوئی سرپرست نہ بنے اس کا سرپرست حکومت کا سربراہ ہوتا ہے، لہٰذا وہ قصاص سے دستبردار ہو گئے اور دیت ادا کردی اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام قامذبان تھا اور وہ دعویٰ قصاص سے دستبردار ہو گیا تھا۔ ②

لیکن اس کی سند صحیح نہیں البتہ یہ بات تاریخ میں مشہور بہت ہے، اس لیے ہم نے اس کے جواب میں تاریخی کتب کا مشہور واقعہ ذکر کر دیا ہے۔

❶ صحیح بخاری کتاب المغازی: ٤٢٦٩، مسلم کتاب الایمان/١٥٩

❷ طبری ٣/٣٠٥، اس قصے کا انحصار کذاب راوی سیف بن عمر پر ہے۔

﴿.....بارھواں اعتراض.....﴾

’’کہ انھوں نے جمعہ کے دن دوسری اذان کا اضافہ کیا۔‘‘

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ » [1]

’’کہ تم پر میری سنت لازم ہے اور میرے بعد (میرے) خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔‘‘

اور یہ اضافہ، خلفاء راشدین کی سنت سے تعلق رکھتا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں، اور انھوں نے مصلحت سمجھی کہ لوگوں کو نماز جمعہ کے وقت کی نزدیکی سے آگاہ کرنے کے لیے اذان کہی جائے، کیونکہ مدینہ منورہ کی آبادی بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس مسئلہ پر اجتہاد کیا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے موافقت کی اور یہ عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہا اور اس میں کسی نے بھی مخالفت نہیں کی، حتّٰی کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے دور سے لے کر بنو امیہ اور بنو عباس کے دور تک یہی دستور جاری رہا اور ہمارے آج کے دور تک کسی مسلمان نے اس کی مخالفت نہیں، لہٰذا یہ مسلمانوں کے اجماع سے سنت قرار پائی۔ اور یہ ایسی سنتوں میں سے ہے جن کے متعلق حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ »

علاوہ ازیں اس اذان کا اصل شرع میں موجود ہے اور وہ ہے سحری کی اذان۔ چنانچہ حضرت عثمان نے اس اذان پر جمعہ کی اذان کو قیاس کرلیا۔

---

[1] سنن ابو داؤد، کتاب السنة ٤٦٠٧، سنن ترمذی کتاب العلم: ٢٦٧٦

﴾..... تیرھواں اعتراض .....﴿

انہوں نے حکم بن العاص کو واپس بلا لیا حالانکہ حضرت رسول کریم ﷺ نے اسے جلاوطن کر دیا تھا۔اس بہتان کے تین جوابات ذکر کیے جاتے ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی صحیح سند ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حکم، فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں میں سے ہے اور اس کا تعلق طلقاء سے ہے اور طلقاء مکہ کے رہنے والے تھے، وہ مدینہ میں بستے ہی نہ تھے، اس کو آپ ﷺ کس طرح جلاوطن کر سکتے تھے، جبکہ وہ اصلاً مدینہ منورہ کے رہنے والوں میں سے نہ تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ہماری شریعت میں جلاوطنی کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک سال ہے اور ساری زندگی جلاوطن کرنے کا ثبوت اللہ کی شریعت میں نہیں ہے اور وہ کون سا جرم ہے جس کی سزا یہ ہو کہ انسان کو ساری زندگی جلاوطن کر دیا جائے؟

جلاوطنی، حکمران کی طرف سے تعزیری سزا ہوتی ہے، اگر ہم فرض کر لیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے واقعی اسے جلاوطن کیا تھا اور وہ حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بھی اور پھر خلافت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق میں بھی جلاوطن رہا ہو، پھر حضرت عثمان نے واپس بلا لیا ہو تو کتنے سالوں بعد؟ تقریباً پندرہ سال بعد اور اس میں کیا حرج ہے؟ اور یہ بھی اس وقت ہے جب یہ بات ثابت ہو جائے حالانکہ یہ تو ثابت ہی نہیں۔

علاوہ ازیں حضرت نبی مکرم ﷺ نے عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کے متعلق حضرت عثمان کی سفارش کو قبول کر لیا تھا، حالانکہ وہ مرتد ہو گیا تھا، تو حکم نے

اس سے بڑا جرم تو نہ کیا تھا کہ حضرت رسول کریم ﷺ، عبداللہ بن سعد کو تو معاف کر دیں اور اسے معاف نہ کریں۔

یہ تھے حضرت عثمانؓ پر اعتراضات! جن میں کچھ تو سفید جھوٹ تھے۔

اور کچھ تھے تو محاسن لیکن انہیں عیب بنا دیا گیا۔

اور کچھ اجتہادی امور تھے جن میں آپ سے غلطی ہوئی یا آپ درست رہے۔

اور کچھ غلطیاں واقعی ہوئیں لیکن وہ غلطیاں ان کی نیکیوں کے سمندر میں غرق ہوگئیں۔رضی اللہ تبارك و تعالیٰ عنه

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اس طرح کے فتنہ انگیز پروپیگنڈے کے بعد ۳۵ھ میں کوفہ اور بصرہ کے بدو اور مصر کے بدفطرت اوباش، بظاہر حج کرنے اور دراصل حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کے لیے (مدینہ منورہ کی طرف) چل پڑے۔

ان کی تعداد کے متعلق مختلف اندازے لگائے گئے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو ہزار مصر سے، دو ہزار کوفے سے اور دو ہزار بصرہ کے باشندے تھے۔اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کی تعداد مجموعی طور پر دو ہزار تھی۔علاوہ ازیں دیگر اقوال بھی موجود ہیں۔کیونکہ باقاعدہ اعداد وشمار تو تھے نہیں، لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ دو ہزار سے کم اور چھ ہزار سے زیادہ نہ ہوں گے۔

چنانچہ وہ مدینہ میں سے داخل ہو گئے اور حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور ان سے منصب خلافت سے دستبرداری کا مطالبہ کر دیا۔یہ لوگ اپنے اپنے قبائل کے جنگجو بدمعاش تھے اور دھمکی و زور بازو سے حضرت عثمان کو معزول کرنے آئے تھے۔انہوں نے ذوالقعدہ کے آخری دنوں میں آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور ۱۸ اٹھارہ ذی الحجہ تک آپ کو محاصرے میں رکھا، اور یہی دن آپ کی شہادت کا دن تھا۔